ہنگامی حالات میں اسلام کے تجویز کردہ معاشی اقدامات

Economic Measures Proposed by Islam in Emergencies

Hafiz Muhammad Shafique

Assistant Prof. Dept of Islamic Studies, Govt. Degree College, Shakargarh

Zahoorullah al-Azhari

Associate Prof. Islamic Studies Department, University of Lahore.

zahoor.ullah@ais.uol.edu.pk

Abstract

In the case of emergency the people have to face economical problems. They need the help from the others. It is very necessary to save the lives of the people from starvation. Islam gives guidance to solve the problems of the effectees. The responsibility of the government on the occasion of national disasters has been discussed in this article. It not only shows the Islamic salvation of economic disasters but also tells the power and authority of an Islamic state to give the economic relief to the public; such as to spend from national treasury, to enforce additional taxes and to transfer Zakat to the effected people. Model role of Islamic rulers especially in emergency has been mentioned and analysed. The role of Islamic society to coop with the calamities have been also described.

Key Words: Disasters, Salvation, Economics, Taxes, Zakat, Brotherhood

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزم و ہمت کی دولت سے مالا مال کیا ہے تاکہ وہ ہر قسم کے مشکل اور ہنگامی حالات کا مقابلہ کر سکے چونکہ یہ نظام قدرت ہے کہ زندگی میں اگر آرام و سکون ہے تو دکھ اور غم بھی موجود ہیں۔ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں، کہیں تاریکی و ظلمت ہے تو کہیں روشنی، کہیں راحت و سکون ہے تو کہیں آفات و بلیات کی وجہ سے پیش آنے والے ہنگامی حالات۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ

زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے خوراک اور رہائش وسکونت کو اولیت حاصل ہے۔ زندگی کے تحفظ وبقاء کے لئے عام حالات میں ان بنیادی ضروریات کا حصول اتنا مشکل نہیں ہوتا مگر آفاتِ سماویہ، مصائب وآلام اور ہنگامی حالات میں ان بنیادی معاشی ضروریات کا حصول مشکل بلکہ بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔

عمومی حالات کے ساتھ ساتھ آفت ومصیبت کے موقع پر بالخصوص، متاثرین کی معیشت کو سہارا دینا لازمی امر ہوتا ہے وگرنہ وہ زندگی سے محروم ہو سکتے ہیں۔ ایک انسانی جان کی قدر وقیمت کیا ہے اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا][1]

"اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا)"

اسلام نے جب دیگر حوالوں سے انسانی جان کے تحفظ کا اہتمام کیا ہے وہاں ایک ایسا معاشی نظام دیا ہے کہ جس میں ایک مجبور ومعذور اور آفت زدہ طبقے کو محرومی کا احساس نہیں رہتا ہے۔ قدرتی آفات کے موقع پر جو معاشی اقدامات حکومت کی ذمہ داری ہیں ان میں سے اہم اقدامات کا تذکرہ کیا جائے گا:

ا۔ حکومتی سطح پر مرکزی خزانے سے بحالی

اسلامی ریاست کے تحت بننے والی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شریعت اسلامی کے جملہ مقاصد کو پورا کرنے کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ][2]

"(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں۔"

[1] - سورۃ المائدہ: ۳۲

[2] - سورۃ الحج: ۴۱

چنانچہ بنیادی طور پر شریعت جن مصلحتوں کا تحفظ فراہم کرتی ہے وہ حفظ دین، حفظ نفوس، حفظ عقول، حفظ نسب اور حفظ اموال ہیں۔ ان میں سے اگر کسی ایک کا بھی خیال نہ کیا جائے تو فساد بپا ہوتا ہے۔ اسی فساد اور خرابی کی صورت حال کو ختم کرنا مصلحت اور اصلاح کہلاتی ہے۔[1]

اگر کسی علاقے میں کوئی قدرتی آفات ظاہر ہو جائے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ تنگدست، مفلس ہو جائیں، سر ڈھانپنے کو چھت میسر نہ ہو، ہر طرف معذوری و مجبوری کا سماں ہو تو اس بے سروسامانی اور غربت کے عالم میں دین، جان، عقل، نسب اور مال و دولت خطرے میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان مصالح کی حفاظت کرنے کی غرض سے ہنگامی اور ناگہانی صورت میں عوام کو معاشی تحفظ فراہم کرے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے حکومت اپنے مرکزی خزانے، بیت المال یعنی مرکزی بنک کے ذریعے متاثرین کی مدد کرنے کی پابند ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق ص عیسائیوں کے ایک کوڑھ زدہ گروہ کے پاس سے گزرے تو آپ ص نے حکم جاری کیا کہ ان کو صدقات میں سے روزینہ دیا جائے اور ان کو راشن و غذا جاری کی جائے۔[2]

جب سیدنا یوسف کے زمانے میں قحط پڑا تو آپ ﷺ نے بطورِ سربراہِ حکومت، سرکاری سطح پر غلہ تقسیم کیا لہٰذا آج بھی اسوہ یوسفی سے رہنمائی لیتے ہوئے اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ قدرتی آفات کے ایسے مواقع پر متاثرین کی بحالی تک بیت المال اور سرکاری خزانے سے ان کی مدد جاری رکھیں۔ امام جصاص نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کا قصہ بیان کرتے ہوئے غلہ و خوراک کی حفاظت اور لوگوں میں ضرورت کے مطابق اس کی تقسیم کے جو امور بیان کئے ہیں ان سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ہر دور میں سربراہان حکومت کو خوف ہو کہ لوگ قحط وغیرہ کی وجہ سے ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں تو انہیں ایسے ہی اقدام اٹھانے چاہئیں۔[3]

---

1 - القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۹: ۲۰۳

2 - البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، م-ن، ۱۳۱۷ھ، ۱۹۰۰ء، فتح مدینۃ دمشق

3 - الجصاص، ابو بکر احمد الرازی (۳۷۰ھ) احکام القرآن، قدیمی کتب خانہ، کراچی مطلب: یجب علی الامام ان یفعل مثل مافعلہ یوسف اذا خاف ھلاك الناس من القحط، ۲۵۸/۳

پس یہ ایک شرعی اور فقہی اصول کے طور پر بیان کردیا ہے کہ وہ شخص جو کسی بھی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو جائے اور اس کا کوئی قریبی بھی موجود نہ ہو تو بیت المال پر اس شخص کی ضروریات پورا کرنا واجب ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ وہ مستحقین تک یہ حقوق پہنچائے۔(1)

علاوہ ازیں جب بھی مسلمانوں کے لئے خرچ کرنا واجب ہو جاہے تو وہ خرچ بیت المال یعنی حکومت کے خزانے پر واجب ہوتا ہے۔(2)

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قدرتی افات یا دیگر وجوہات کی بنا پر جب بھی کوئی بے سروسامانی کا ماحول پیدا ہو جائے تو اسلامی ریاست کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مشکل گھڑی میں متاثرین کی مدد کرے۔

۲۔خوشحال صاحب استطاعت رعایا کے ذریعے مدد

اسلامی ریاست میں بسنے والوں میں سے کسی پر اگر کوئی مشکل گھڑی یا قدرتی آفت آجائے تو اس سے نمٹنے کے لئے اگر سرکاری خزانہ ناکافی پڑ جائے تو حکومت عوام میں سے صاحب حیثیت لوگوں سے اپیل کر سکتی ہے۔ انسانی ہمدردی، مسلمانوں کے تصور اخوت و برادری اور جذبہ ایثار و قربانی کو معاشرے میں پروان چڑھا کر مصیبت و آفت زدہ رعایا کی امداد اور بحالی کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم میں اہل حق کے جذبہ ایثار کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

[وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ كَانَ بِہِمْ خَصَاصَةٌ](3)

"اور وہ اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہی ہو"

اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے ہی تنگدستی کے مواقع پر دوسروں پر خرچ کرنے کے جذبہ کو پروان چڑھانے

1 - الکاسانی ابو بکر، مسعود،(۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، کتاب النفقۃ، ۵/ ۱۱۴

2 - الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد حبیب البغدادی(۴۵۰ھ) الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء، ۲۱۳

3-سورۃ الحشر: ۹

کے لئے کفایت شعاری کا اصول بیان فرمادیا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

طعام الاثنین کافی الثلاثة وطعام الثلاثة کا فی الاربعة [1]

"دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین کا چار کے لئے۔"

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ایثار اور کفایت شعاری کے جذبے کو یوں بیان کیا ہے:

طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الأربعة وطعام الأربعة یکفی الثمانیة[2]

"ایک آدمی کا کھانا دو کے لئے، دو کا چار کے لئے اور چار کا آٹھ کے لئے کافی ہوتا ہے۔"

اسی طرح کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق نے قحط سالی کے دوران ہر گھر میں اہل خانہ کے افراد کی تعداد کے برابر قحط زدہ افراد کو داخل فرمادیا اور فرمایا کہ آدھی غذا کر دینے سے کسی شخص کو موت نہیں آئے گی۔[3]

ایک دوسرے مقام پر موطا امام مالک کی مذکورہ حدیث کی شرح میں مزید یہ بیان کیا گیا ہے کہ فاقہ کشی اور بھوک کے دنوں میں حاکمِ وقت فقر و فاقہ میں مبتلا افراد میں سے اتنی تعداد میں صاحبِ قدرت خوشحال لوگوں میں تقسیم کردے جوان (صاحبِ قدرت افراد) کے لئے تکلیف وضرر کا باعث نہ بنے۔[4]

قرآن حکیم میں انفاق فی سبیل اللہ کے عمومی حکم کے علاوہ ہنگامی حالات میں بھی خصوصاً خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ بھی اگر خرچ کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اس سے فرار اختیار نہ کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: [وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ]

"اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجتمندوں) کا حق مقرر تھا۔"

اس آیت میں "محروم" سے مراد وہ شخص ہے جس پر کوئی تباہی و آفت آپڑی ہو۔ ابو قلابہ نے بیان کیا ہے کہ

---

1 -مالک، موطا، کتاب الجامع، باب ماجاء فی الطعام والشرب، ۱۶ے

2 -مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الاشربة، باب فضیلة، الواساۃ فی الطعام القلیل، در صالح، الکتب الستة، ۱۰۴۶

3 -الکاندھلوی، محمد اشفاق الرحمن، کشف الغطاء عن وجہ المؤطا، ۱۶ے

4 -الزرقانی، محمد بن عبدالباقی بن یوسف (۱۱۲۲ھ) شرح علی موطا الامام مالک، دارالفکر، بیروت، کتاب الجامع باب ماجاء فی الطعام والشرب، ۴: ۳۰۰

اہل یمن میں سے ایک شخص کا مال سیلاب بہا کر لے گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ محروم ہے۔[1]
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں سائل اور آفت زدہ محروم افراد کے لئے مالداروں کے مال میں جو حق بیان کیا گیا ہے اس سے مراد اگرچہ بطور زکوٰۃ بھی ہے تاہم اس سے مراد وہ انفاق بھی بیان کیا گیا ہے جس کے ذریعے صلہ رحمی اور مہمان نوازی کی جاتی ہے، کسی کے قرض وغیرہ کا بوجھ اتارا جاتا ہے یا کسی محروم کی مدد کی جاتی ہے۔[2]
آیتِ قرانی کے انداز بیان میں یہ حقیقت بھی عیاں کر دی گئی ہے کہ سائل و محروم لوگوں کی مدد کرنا ان پر کوئی ایسا احسان نہیں کہ اس وجہ سے کوئی خرچ کرنے والا انہیں اپنا احسان مند قرار دے۔ بلکہ جو انہیں دیا گیا ہے اس کے تو وہ پہلے ہی مالک تھے یہ غریب، مسکین اور مفلس لوگوں کے استحقاق کی شدت کا بھی بیان ہے اور انہیں اپنا ممنون اور احسان مند رکھنے کی ممانعت کی طرف بھی اشارہ ہے۔[3]
گویا جونہی کسی جگہ کوئی آفت و مصیبت آنے سے وہاں کے لوگ مفلسی اور بے سر و سامانی کا شکار ہوئے، خوشحال لوگوں پر فریضہ عائد ہو گیا کہ وہ ان کو اپنے مال میں سے ان کا حق ادا کر کے اپنے فریضے کو ادا کریں۔ جس طرح نماز کے وقت میں داخل ہو جانے سے ادائیگی نماز کا فریضہ لاگو ہو جاتا ہے۔
مساکین اور فقراء پر خرچ کرنے کی قانونی اور شرعی حیثیت بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم نے ایک دوسرے مقام پر حکماً ارشاد فرمایا ہے:
[وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ][4]
"اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو)۔"
اس ساری بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اغنیاء اور خوشحال لوگوں پر وجوباً یہ حکم لاگو ہوتا ہے کہ جب بھی کسی پر بے سر و سامانی اور مفلسی طاری ہو جائے تو ان کی مدد کی جائے تاکہ وہ معمول کی زندگی گذارنے کے قابل

---

1 -سورۃ الذاریات: ۱۹
2 -القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳۹/۱۷
3 -القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳۹/۱۷
4 -الآلوسی، روح المعانی، ۳۰: ۲۷۹

ہو سکیں جس طرح کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دولتمندوں پر ان کے مالوں میں سے فقراء کی ضرورت وکفایت کے مطابق خرچ کرنا فرض کیا ہے۔[1]

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر زائد از ضرورت مال کے ذریعے محتاج و مفلس کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: [يَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ][2]

" اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرمادیں جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کردو)"

انفاق فی سبیل اللہ کی مذکورہ صورت سے متعلق امام قرطبیؒ نے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ ان کے نزدیک اس سے مراد صدقات واجبہ کے طور پر خرچ کرنا ہے، آیت زکوٰۃ کے ذریعے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے یا یہ آیات صدقات نافلہ کی صورت کو بیان کر رہی ہے۔ انہوں نے اس آیت کے بارے میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور ماسویٰ الزکوٰۃ خرچ کرنے سے متعلق ہے۔[3]

بہر حال حالات کی سنگینی کے پیش نظر حاکم رعایا کو حکم دے سکتا ہے کہ وہ زائد از ضرورت مال کے ساتھ محتاج و مفلس کی مدد کریں جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایسا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے اچانک ایک شخص اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا اور دائیں بائیں گھورنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كان معه فضل ظهر فليعد به على من كان لا ظهر له ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له قال: فذكر من اصناف المال ما ذكر حتى رأينا انه لاحق لأحد منا في فضل[4]

"جس شخص کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ اور جس کے پاس

---

1 - بنی اسرائیل: ۲۶

2 - السید السابق، فقہ السنۃ، دار الکتب العربی، ۱۴۰۵

3 - سورۃ البقرۃ: ۲۱۹

4 - الجامع لأحکام القرآن، ۶۲/۳

زائد زادِ راہ ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہ ہو پھر رسول اللہ ﷺ نے مال کی اتنی اقسام بیان کیں کہ یوں لگتا تھا کہ ہم میں سے کسی کا اپنی زائد ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے۔"

مزید یہ کہ کسی قدرتی آفت یا کسی اور وجہ سے اگر ریاست کے کسی حصے پر غربت وافلاس زیادہ شدت اختیار کر جائے بھوک اور فاقہ کشی کی وجہ سے موت کے سائے منڈلا رہے ہوں تو ایسی صورت میں زائد از ضرورت کے علاوہ ذاتی ضرورت کے سامان میں بھی متاثرین کو شامل کرنے کا حکومت حکم دے سکتی ہے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ایک ایک لقمے میں بھی محتاج وفقراء کو داخل کرنے کا حکم دیا:

إن أصحاب الصفة كانوا أناساً فقراء وأن النبي ﷺ قال مرة: من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث ومن كان عنده طعام أربعة فليذهب بخامس بسادس...[1]

"اصحاب صفہ فقراء محتاج تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: جس کے پاس دو کا کھانا ہے تیسرے (محتاج و فقیر) کو ساتھ لے جائے (اور اپنے کھانے میں شریک کرلے) اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچویں، چھٹے کو لے جائے۔"

عقلی طور پر انسان سوچ سکتا ہے کہ محنت ومشقت سے حاصل کیے گئے مال پر حق ملکیت اتنا کمزور ہے کہ زائد از ضرورت مال کسی بھی وقت خرچ کرنا پڑ سکتا ہے۔اس ضمن میں قرآن وسنت سے تصور ملکیت سمجھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

[هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا][2]

"وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں "کم" جمع کی ضمیر استعمال کرکے پوری خلق خدا کو وسائل سے نفع حاصل کرنے کا حقدار ٹھہرا دیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ محنت وصلاحیت سے کمائے ہوئے مال پر بھی کوئی فرد صرف اپنے آپ کو مطلق العنان مالک نہیں سمجھ سکتا، اسے اس عطا کیے گئے مال میں سے صرف حق تصرف وقبضہ

---

1 ۔مسلم، الجامع الصحیح، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المواساۃ بفضول المال، صالح الکتب الستۃ، ۹۸۴، ۹۸۵

2 ۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، صالح الکتب الستۃ، ۲۹۱

حاصل ہے لیکن اس کی ذاتی ضرورت سے فارغ و زائد مال سے دوسروں کا نفع حاصل کر لینا اس کی ملکیت کے منافی نہیں ہے یعنی حق انتفاع و تمتع ملکیت نہیں بلکہ مقصد ملکیت ہے۔[1]

وسائل سے منفعت میں دوسروں کو برابر شریک کرنے کی مثال صحابہ کرام نے پیش کی اور حضور ﷺ نے اسے انتہائی پسند فرمایا۔ حدیث مبارکہ ہے:

إن الأشعريين اذا ارملوا فى الغزو أو قل طعام عيالهم بالمدينة جمعوا ما كان عندهم فى ثوب واحد ثم أقسموه بينهم فى إناء واحد بالسوية فهم مني و أنا منهم[2]

"اشعریوں کا معمول یہ تھا کہ جب وہ کسی غزوہ کے وقت محتاج ہو جاتے یا مدینہ میں ان کا کھانا خاندان کی ضرورت سے کم پڑ جاتا تو وہ اپنے سارے سامان کو ایک کپڑے میں جمع کرتے پھر اسے ایک برتن کے ساتھ آپس میں برابر تقسیم کر لیتے، وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔"

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ کسی بھی ناگہانی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اسلامی ریاست عوام میں تصور ملکیت کا اسلامی تصور پروان چڑھا کر ان سے محتاج اور مفلس افراد کی مدد کروا سکتی ہے۔ اس حوالے سے حکومت حکماً بھی حالات کی سنگینی کے خاتمے تک امدادِ باہمی کی صورت پر عمل کرا سکتی ہے۔

۳۔ دیگر ممالک سے امداد کا حصول

قدرتی آفات کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اگر اس ملک یا علاقے کے وسائل ناکافی پڑ جائیں تو اسلامی حکومت دیگر ممالک، اقوام اور علاقوں سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کر سکتی ہے بلکہ مستقل طور پر مختلف اقوام کے ساتھ امداد باہمی کے معاہدات طے کر لئے جائیں تاکہ کسی بھی ہنگامی صورت حال میں ایک دوسرے کی مدد کرنا صرف اخلاقی فرض نہ رہ جائے بلکہ قانونی بن جائے جس طرح قیام امن اور دیگر انسانی حقوق کے تحفظ کی خاطر مکہ کے مختلف قبائل کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے نہ صرف اسے پسند فرمایا بلکہ اس میں شرکت بھی فرمائی۔ اس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے کہ مکہ کے

1۔ سورۃ البقرۃ: ۲۹

2۔ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل، ادارہ منہاج القرآن، لاہور، ۱۹۸۷ء، ۹تا۱۲ (بتغییر یسیر)

اکثر قبائل کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں نے ایک انجمن بنائی، قبائل میں بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم شامل تھے۔اس تنظیم کا ایجنڈا یہ تھا کہ ملک سے بدامنی دور کریں گے، مسافروں کی مدد کریں گے، غریبوں کی امداد کریں گے اور زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔[1]

اس معاہدے کا تذکرہ ایک اور سیرت نگار نے یوں کیا ہے: حرب فجار[2] کے بعد اس انجمن کو پھر بحال کیا گیا جو اس سے پہلے بھی موجود تھی لیکن غیر فعال ہو گئی تھی جس کے مطابق تمام شریک اقوام و قبائل متحد ہو کر رضاکارانہ طور پر اس شہر میں مظلوموں کی مدد کرتے، ظالموں سے ان کا حق دلاتے اور انہیں ظلم سے باز رکھتے۔[3]

قدرتی آفات یا کسی بھی صورت میں پیدا ہونے والی مشکلات سے نمٹنے کے لئے مسلم اور غیر مسلم اقوام اور گروہوں میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر معاہدات کرنے کے حوالے سے ''میثاق مدینہ'' سے بھی بنیادی رہنمائی ملتی ہے جس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

ہجرت مدینہ کے پہلے ہی سال جملہ اقوام سے بین الاقوامی اصول پر ایک معاہدہ کر لیا۔اس معاہدے کی اہم باتیں یہ تھیں کہ معاہد اقوام کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی پر مشتمل ہوں گے۔[4]

دیگر علاقوں سے مدد کی عملی طور پر یہ مثال یوں ملتی ہے کہ عہد فاروقی میں جب مدینہ میں قحط پڑا تو حضرت عمر بن خطاب نے والی مصر حضرت عمرو بن العاص کو امداد کے لئے پکارا اور مدد کی اپیل کرتے ہوئے و اغوثاہ و اغوثاہ و اغوثا کے الفاظ لکھے یعنی ہماری مدد کیجئے! ہماری مدد کیجئے! پس انہوں نے بھی اسی طرح مدد کے لئے آمادگی اور حاضری کا اظہار کیا اور انہوں نے آٹے سے لدا ہوا اونٹ آپ کے پاس بھیجا جس خوراک کو حضرت

---

1 -البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام والنھدو العروض...، در صالح، الکتب الستۃ، 196

2- منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، حیدر آباد، کراچی، ۴۳/۱

3- حرب فجار قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان ہوئی تھی۔قریش کے تمام خاندانوں نے اپنی الگ الگ فوجیں بنائیں، بنو ہاشم کے علمبردار زبیر بن عبد المطلب تھے۔اسی میں جناب رسول اللہ ﷺ بھی شریک تھے۔(شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء، ۱۱۲۰

4- نصیر احمد ناصر، پیغمبر اعظم و آخر، فیروز سنز لمیٹیڈ، لاہور، راولپنڈی، کراچی ۱۹۵، ۱۹۶

عمر نے قحط زدہ لوگوں میں تقسیم فرمایا۔[1]

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ آج بھی اگر کسی علاقہ میں کوئی قدرتی آفت ظاہر ہو جائے تو بیرون ملک یا دیگر علاقوں کی حکومتوں سے حکومتی سطح پر مدد کی اپیل کرنی چاہیے۔ مختلف ممالک اور مختلف عالمی فلاحی تنظیموں کو اپنے مسائل اور کسمپری سے بروقت مؤثر طریقے سے آگاہ کرنا چاہیے اور ایسی صورت سے نبرد آزما ہونے کے لئے مستقل بنیادوں پر تفصیلی شرائط تحریر کرکے دستخطوں کے ساتھ معاہدات طے کرنا چاہیے تاکہ ایسی ہنگامی صورت میں تمام معاہد ممالک باآسانی معمول کی زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں۔

۴۔امراء پر جبری ٹیکس کا نفاذ

اگر ہنگامی صورت حال میں موجود معاشی وسائل اور دیگر تدابیر واقدامات سے بھی آفت زدہ لوگوں کی زندگی معمول پر نہ آرہی ہو تو اخوت، جذبہ محبت وشفقت، احسان ورحمدلی اور مطالبۂ حقوق کی بجائے ایتائے حقوق جیسے اسلامی جذبات کو اجتماعی شکل دے کر حکومت خوشحال اور صاحب حیثیت امراء پر لازم کر سکتی ہے کہ وہ اپنے محتاج اور بے سہارا بھائیوں کی مدد کریں۔اس ضمن میں قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے سے اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرے میں درج ذیل خصوصیات اس کی بنیاد بن سکتی ہیں۔

ا۔اسلامی معاشرے کی بنیاد مطالبۂ حقوق کی بجائے ایتائے حقوق پر رکھی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ][2]

"اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی۔"

۲۔افراد معاشرہ کے ساتھ نیکی وبھلائی اور احسان کرنے کا برتاؤ کرنا حکم خداوندی ہے. ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ][3]

---

1 ۔رحمۃ للعالمین، باب اول، ۱: ۱۰۰

2 ۔سحنون بن سعید تنوخی(۲۵۶ھ)، المدونۃ الکبری، دار النصر للطباعۃ الاسلامیۃ،القاھرۃ، باب فی قسم الفيء، ۳: ۵۵

3 ۔سورۃ بنی اسرائیل:26

’’اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے)، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو۔‘‘

۳۔ آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے نمازوں اور عبادات کے ساتھ ساتھ محتاج اور مساکین کی بھوک ختم کرنا بھی ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَo قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَo وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ][1]

’’(اور کہیں گے:) تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی، وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے‘‘

۴۔ رحمتِ خداوندی سے فیضیاب ہونے کے لئے انسانوں پر رحم کرنا ضروری ہے. ارشاد نبوی ہے:

من لا یرحم الناس لا یرحمه الله[2]

’’جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا۔‘‘

۵۔ اسلامی جذبۂ اخوت کا بنیادی تقاضا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر نہ خود ظلم کرے اور نہ اسے رسوائی کے عالم میں تنہا اور بے آسرا چھوڑ دے۔ ارشاد نبوی ہے:

المسلم أخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه [3]

’’مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے (رسوا ہوتے) چھوڑتا ہے۔‘‘

ابن حزم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کے ساتھ ساتھ مساکین، مسافروں اور غلاموں کا حق واجب کر دیا ہے۔ والدین اور رشتہ داروں کی طرح مساکین، پڑوسیوں اور غلاموں پر احسان کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ ابعام المسکین اور غریب پروری کے عمل کو نماز جیسی عبادت کے ساتھ ملا کر ایک طرح کے حکم کے طور پر بیان کیا ہے۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو بھوکا، ننگا دیکھے اور اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر

---

1 -سورۃ النساء: 36

2 -المدثر: 42-44

3 -الھیثمي، مجمع الزوائد، باب رحمۃ الناس، ۸: ۱۸۷

رحمت نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے قدرت ہونے کے باوجود اپنے مسلمان بھائی کو اس حال میں چھوڑ دیا، گویا اس نے اخوتِ اسلامی کے تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے اسے رسوا ہونے کے لئے چھوڑ دیا۔

پس اگر زکوٰۃ وغیرہ کی مدات سے فقراء اور حاجتمندوں کی ضروریات پوری نہ ہوں تو حاکم اغنیاء کو مجبور بھی کر سکتا ہے یعنی وہ ان پر جبری ٹیکس لگا کر محتاجوں کو خوراک، لباس اور رہائش جیسی بنیادی ضروریات فراہم کرنے کا بھی مجاز ہے۔[1]

اس ضمن میں حضرت عمر بن خطاب کا قول یہ ہے کہ اگر مجھے مستقبل میں انہی حالات سے دوچار ہونا پڑتا جو پہلے گذر چکے ہیں تو میں ضرور بالضرور اغنیاء سے زائد مال لے کر مہاجرین کے فقراء میں تقسیم کر دیتا۔[2]

یعنی جب حاکم مکمل دیانتداری سے دیگر تمام وسائل اور مدات سے محتاجوں کی بحالی ناممکن خیال کرے یا وسائل کم نظر آرہے ہوں تو وہ اغنیاء پر جبری ٹیکس ہی نہیں بلکہ ان سے زائد مال بھی لے کر فقراء پر خرچ کر سکتا ہے۔اس پر گذشتہ بحث کے دوران بھی دلائل گذرے ہیں۔اس حوالے سے امام آلوسی کی رائے ہے کہ جب حاجت شدت اختیار کرتے ہوئے ضرورت کی حد تک پہنچ جائے تو لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس شدید حاجت پوری ہونے کی مقدار تک محتاجوں کو دیں اگرچہ ان پر زکوۃ واجب نہیں بھی ہے اور اگر وہ اتنی رقم ادا کرنے سے گریزاں ہوں تو ان سے (جبراً بھی) لے لینا جائز ہے۔[3]

شاہ ولی اللہ کے نزدیک قدرتی آفات کی زد میں آنے والوں کے ساتھ مؤاساۃ کرنا لوگوں کا مسلمہ قانون بنا لینا واجب ہے۔[4]

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست میں قدرتی آفات سے نمٹنے کے لئے حکومت صاحب استطاعت

---

1 -ابوداود، سنن، کتاب الأدب، باب المواخاۃ، ۲: ۳۲۲

2 -ابن حزم ظاھري، ابو محمد علی (۴۵۶ھ)، المحلی، دار الفکر، بیروت، کتاب الزکوۃ، مسئلۃ ۷۲۵،۶: ۱۵۶ تا ۱۵۸،(بتغییر یسیر)

3 -السید السابق، فقہ السنۃ، الزکوۃ، ھل یوجد فی المال حق سوی الزکوۃ، ۱: ۲۰

4 -روح المعانی، ۲: ۴۷

امراء پر خصوصی جبری ٹیکس بھی لگا سکتی لیکن یہ شرط بہر حال ملحوظ رکھنا ہوگی کہ پہلے اس بات کا یقین کر لیا جائے کہ علاوہ ازیں مدات اور وسائل انتہائی دیانتدارانہ طریق سے متاثرین کی بحالی پر خرچ کیے گئے ہیں لیکن اس مشکل پر قابو نہیں پایا جارہا۔اس ضمن میں اگر حکومتی کارروائیاں پہلے ہی شک کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہوں تو پھر مزید تجوریاں بھرنے کے لئے کسی آفت زدہ علاقے کی بحالی کے نام پر کسی قسم کا ٹیکس عائد کرنا ظلم در ظلم ہوگا۔

۵۔تلافی نقصانات کے لئے حکومتی اقدامات

قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصانات پورا کرنے کے حوالے سے مختلف تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں چند ایک کا تذکرہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

1۔اگر خرید کردہ مال قبضہ سے قبل ہی کسی قدرتی آفت کی وجہ سے ضائع ہوجائے تو حاکم اس نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے آفت کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مالک فرماتے ہیں:

وَالْجَائِحَةُ الَّتِي تُوضَعُ عَنِ الْمُشْتَرِي الثُّلُثُ فَصَاعِدًا ، وَلَا يَكُونُ مَا دُونَ ذَلِكَ جَائِحَةً[1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آفت کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مالک فرماتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل ہے۔ حضرت مالک مزید بیان کرتے ہیں کہ وہ نقصان جس کی وجہ سے (قیمت) کم کی جاتی ہے وہ مال کا ایک تہائی یا اس سے زائد ہے،اس سے کم نقصان میں تباہی اور آفت نہیں مانی جائے گی۔"

2۔اگر خریدا ہوا سارا مال تلف ہوجائے تو حکومت بائع کو مشتری سے قیمت وصول کرنے سے روکے۔اس بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

---

[1] -حجۃ اللہ البالغۃ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ، لاهور، ۱۳۵۲ھ، المبحث الثالث، مبحث الارتفاقات، باب، تدبیر منزل، ۱: ۴۲

لو بعت من اخیک ثمرًا فاصابته جاء جائحة فلا تحل لک ان تاخذ منه شیئا بم تاخذ مال اخیک بغیر حق(1)

"اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کر دو۔ پھر ان پھلوں پر کوئی آفت آجائے تو تیرے لئے حلال نہیں کہ تو اس (مشتری) سے (قیمت میں سے) کچھ وصول کرے۔ تم اپنے بھائی کا مال (بطور قیمت) کسی حق کے بغیر کس چیز کے عوض لو گے؟"

3۔ آفت زدہ فرد یا گروہ اگر قرض کے بوجھ تلے دب جائے تو حکومت خوشحال لوگوں کو مقروض کی مدد کے لئے فرمان جاری کرے لیکن، اگر عوام کی مدد سے بھی آفت زدہ کا قرض نہ اترے تو پھر قرض خواہ سے معاف کروایا جائے ان دونوں نکات پر درج ذیل حدیث مبارکہ دلیل ہے۔ "حضرت ابو سعید خدری □ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کے پھلوں پر ناگہانی آفت آگئی جن کو اس نے خریدا تھا۔ پس اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تصدقوا علیه فتصدق الناس علیه فلم یبلغ ذالک وفاء دینه. فقال رسول االله لغرمائه: خذوا ما وجدتم ولیس لکم الا ذالک(2)

"اس (آفت زدہ) کو صدقہ دو۔ سو لوگوں نے اس پر صدقہ کیا لیکن وہ رقم قرض اتارنے کے لئے کافی نہ تھی اس پر رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا: تمہیں جو مل گیا ہے لے لو اس کے علاوہ تمہیں اور کچھ نہیں ملے گا۔"

5۔ قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی تلافی کرنے کی ذمہ داری بنیادی طور پر اسلامی ریاست کے ذمہ ہے کیونکہ مصالح شریعت کا تحفظ کرتے ہوئے حفظ جان و مال اس کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اب اسلامی حکومت کو اس کے لئے مختلف تدابیر تلاش کرنا ہوتی ہیں۔

مغربی دنیا نے آفات و حوادث کے نقصانات سے بچنے کی خاطر اپنے ہاں بیمہ (Insurance) (3) کا نظام

---

1 ۔مالک، مؤطا، کتاب البیوع، باب الجائحة فی بیع الثمار والزرع، ۵۷۲۔

2 ۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ والمزارعة، باب وضع الجوائح، در، صالح، الکتب الستة، 948

3 ۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ والمزارعة، باب وضع الجوائح، در، صالح، الکتب الستة، 948

جاری کیا جس کی پھر متعدد شکلیں بنتی گئیں۔ موجودہ دور میں یہ نظام اسلامی ممالک میں بھی رائج ہے اس میں کچھ شرعی مفاسد[1] ہیں۔ اس میں اگر چند ترامیم کر کے اسے اسلامی احکام کے مطابق کر لیا جائے تو اسلامی ریاست میں اس تدبیر سے بھی مستقل بنیادوں پر قدرتی آفات وغیرہ کی صورت میں ہونے والے نقصانات کی تلافی ہوتی رہے گی۔ اب ذیل میں اصلاحی ترامیم ملاحظہ ہوں۔

۱۔ بیمہ کمپنی اپنے سرمایہ کو گردش میں رکھنے کی غرض سے صنعتی اور تجارتی اداروں کو سودی قرض دینے کی بجائے شرکت[2] اور مضاربت[3] کے اصول اپنائے۔

۲۔ بیمہ کرانے والوں کو سود پر قرض نہ دیا جائے۔

۳۔ جو شخص دو یا تین اقساط جمع کرا کے باقی اقساط جمع نہ کرائے اس کی جمع شدہ رقم میں سے دفتری اخراجات نکال کر باقی رقم اسے واپس کر دی جائے۔

۴۔ بیمہ کرانے والوں کو بیمہ کمپنی حصہ دار قرار دے اور ان کے سرمایے کو حصص قرار دے ان پر جتنا اوسط منافع بنتا ہے، وہ ان کو دے دیا جائے، البتہ بیمہ کمپنی اس میں سے اپنا کمیشن مقرر کر کے لے سکتی ہے (اگر مضاربت کا اصول اپنا لیا جائے گا تو یہ منافع سود نہیں رہے گا)۔

۵۔ بیمہ کمپنیوں کو حکومت اپنی تحویل میں لے لے اور یہ جبری قانون نافذ کیا جائے کہ بیمہ پالیسی پر اتنے فی صد امدادی فنڈ کی رقم کاٹی جائے گی اور اس جمع شدہ فنڈ سے ان بیمہ کرانے والوں کی مدد کی جائے گی جو کسی

---

1 -ایضاً

2-بیمہ سے مراد ممبران بیمہ کمپنی کے درمیان حادثاتی نقصانات تقسیم کرنے کا طریقہ ہے اس کو انشورنش کے نام سے یوں بیان کیا گیا ہے۔
Method of distributing accidental losses among large numbers of insured)
persons (The New Encyclopaedia Britanniaca, 5/373

3 -(i)بیمہ کرانے والے کو قرض بھی سود پر ملتا ہے (ii) مدت پوری ہونے پر اصل رقم سود کے ساتھ واپس ملتی ہے۔ (iii) کچھ اقساط جمع کرا کے مر جانے والے کو پوری رقم یا اس سے دگنا بطور شرط لازم عقد فاسد ہے۔ (iv) بیمہ کرانے والا اپنے کسی وارث کے نام بیمہ کی رقم نامزد کر کے وارث کے لئے وصیت کرنے کا مرتکب ہوتا ہے جو کہ ممنوعہ ہے (سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء، کتاب الامارہ، باب المسابقہ بین الخیل و تضمیرھا، ۵: ۸۶۵،۸۶۶۔

ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جائیں یا پالیسی کی مدت کے دوران فوت ہو جائیں۔[1]

اگرچہ بیمہ پالیسی لینا اور امدادی فنڈ جمع کرانا ہر کسی کے لئے لازم اور ضروری نہیں ہے تاہم چونکہ یہ اجتماعی فلاح وبہبود کی ایک صورت بن سکتی ہے لہٰذا ایک فقیہانہ رائے ہے کہ حکومت اگر تمام شہریوں کو اس کا حکم دے تو سب پر واجب ہو جائے گا۔ جس طرح ایام ممنوعہ کے علاوہ حاکم اگر روزہ رکھنے کا حکم جاری کر دے تو وہ واجب ہو جائے گا جیسا کہ شامی لکھتے ہیں کہ جب امام وقت ایام ممنوعہ کے علاوہ روزوں کا حکم دے تو وہ روزے رکھنا واجب ہو جاتے ہیں اس بنیاد پر جو انہوں نے باب العیدین میں بیان کر دیا ہے کہ غیر معصیت میں امام کی اطاعت واجب ہے۔[2]

اگر حکومت بیمہ کے نظام کو شرعی مفاسد سے پاک کرتے ہوئے آسان اور ہر کسی کے پہنچ کے مطابق بنا کر بطور قانون نافذ کر دے تو اس سے قدرتی آفات سے نمٹنے کے لئے مدد مل سکتی ہے اور نقصانات کی تلافی بروقت ہو سکتی ہے۔

اس موجودہ نظام بیمہ کے علاوہ اسلام اور شریعت اسلامیہ اس وقت سے اپنے افراد کو ایک مخصوص طریقے سے انشورنس پالیسی دے چکی ہے جب مغرب ابھی اس سے واقف بھی نہ تھا وہ اس طرح کہ اسلامی ریاستوں میں بیت المال شرکۃ التامین یعنی بیمہ کمیٹی کے طور پر موجود ہوتا ہے۔ حوادث زمانہ کا شکار ہر شخص اس کی پناہ لیتا ہے پس وہ اس میں مدد اور ٹھکانہ حاصل کر لیتا ہے۔[3]

گویا اسلام کا معاشی نظام ایک قابل عمل انشورنس سسٹم فراہم کرتا ہے جملہ معاشی مسائل کے حل کے لئے اس کو فعال بنا لینا کافی ہے یعنی معمول کے مطابق چلنے والے نظام زکوٰۃ و صدقات وغیرہ میں بھی اتنی صلاحیت رکھی

---

[1]۔ شرکۃ سے مراد حصہ داروں کا باہم کسی کام میں ملنا (ابن منظور، لسان العرب، ۷: ۹۹

[2]۔ مضاربت سے مراد ایسا معاہدہ جس کے مطابق منافع میں اس بنا پر شراکت ہو کہ ایک کا مال ہو اور دوسرے کا عمل اور دونوں میں نفع کا حصہ مقرر ہو۔

[3] ۔ سعیدی، شرح صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب المسابقة بين الخيل و تضميرها، ۵/ ۸٦۵، ۸٦٦

گئی ہے کہ مشکل حالات میں رمق حیات کا تحفظ کیا جاسکے۔

۶۔اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے امداد

اسلامی ریاست کے پاس تنگدستوں کی بحالی کے لئے ایک بہت بڑا مستقل ذریعہ زکوٰۃ[1] ہے۔عام حالات میں جس علاقے سے زکوٰۃ اکٹھی کی جاتی ہے وہیں خرچ کرنے کا حکم ہے تاہم اگر کسی دوسرے علاقے میں کسی آفت و مصیبت کی وجہ سے احتیاج اور فقر و تنگدستی زیادہ شدت اختیار کر جائے تو وہاں بھی اس کو خرچ کیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ مصارف زکوٰۃ والی آیت[2] کی تشریح کرتے ہوئے ابن عربی نقل کرتے ہیں کہ ابن القاسم نے اپنے عدم انتقال زکوٰۃ کے قول میں اضافہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ضرورت کے تحت زکوٰۃ کسی دوسرے علاقے میں منتقل کر دی جائے تو اس کو درست سمجھتا ہوں۔مالک بھی انتقال زکوٰۃ کے جواز کا قول اختیار کرتے ہیں۔مزید یہ کہ فقراء و مساکین کا حصہ (متعلقہ) جگہ پر تقسیم کیا جاتا ہے اور باقی سارے حصے امام و حاکم کے اجتہاد سے منتقل بھی کیے جاسکتے ہیں۔

صحیح قول وہی ہے جو ابن قسم نے اختیار کیا ہے اس کی دلیل حضور نبی اکرم ﷺ کا وہ قول مبارک ہے جو آپ ﷺ نے حضرت معاذ □ سے فرمایا ہے کیونکہ کسی پر جب کوئی حاجت وضرورت آپڑے تو اس کو ان پر مقدم کر دینا واجب ہے جو محتاج نہیں ہیں کیونکہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے اور نہ اسے رسوا ہونے کے لئے چھوڑتا ہے۔[3]

اس حوالے سے امام ابو حنیفہ سے جب پوچھا گیا کہ کیا حاکم ایک علاقے کے مسلمانوں کی زکوٰۃ کسی ایسے علاقے میں بھیج سکتا ہے جہاں کوئی احتیاج وضرورت نازل ہوگئی ہو تو آپ نے فرمایا: ہاں۔[4]

---

[1] ۔ ابن عابدین، سید محمد امین (۱۲۵۲ھ)، رد المحتار علي الدر المختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، استنبول، ۱۳۲۷ھ، ۱: ۲۹۷

[2] ۔القرضاوی، یوسف، فقہ الزکاۃ، دار الارشاد للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، مشکلۃ الحوادث، ۲: ۹۰۷

[3] ۔زکوٰۃ سے مراد انفاق فی سبیل اللہ کی وہ صورت ہے جو حق اللہ کے طور پر فقراء کو دیا جاتا ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے برکت اور تزکیہ نفس کی امید کی جاتی ہے (السید السابق، فقہ السنۃ، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، زکوٰۃ، تعریفھا، ۱/۳۲۷

[4] ۔انما الصدقت للفقراء والمساکین۔۔۔ (سورۃ التوبۃ، ۶۰)

علاوہ ازیں بخاری نے اپنی صحیح میں "أخذ الصدقة من الأغنياء و ترد فى الفقراء حيث كانوا" کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے۔ اس کی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن منیر کی وضاحت کے مطابق امام بخاری نے حضور ﷺ کے قول " فترد فی فقرائهم " میں عموم کی وجہ سے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں زکوۃ کی منتقلی کو جائز قرار دینے کا قول اختیار کیا ہے۔ کیونکہ ضمیر مسلمانوں کی طرف راجح ہے پس ان میں سے کوئی بھی فقیر و محتاج ہو جائے اس کی طرف صدقہ وزکوۃ کو لوٹایا جائے گا چاہے وہ صدقہ جس طرف سے بھی آیا ہو۔[1]

اس طرح زکوۃ کی عدم منتقلی کے اصول میں استثنائی صورت بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رقمطراز ہیں کہ قرابت داروں یا اپنے ملک کے رہنے والوں میں سے زیادہ حاجت مند طبقے کی ضرورت پورا کرنے کے لئے زکوۃ دوسرے علاقوں میں منتقل کی جاسکتی کیونکہ اس طرح صلہ رحمی اور زیادہ حاجت روائی ہوتی ہے۔ اگر ان صورتوں کے علاوہ بھی دوسرے علاقے کے فقراء میں زکوۃ تقسیم کی تو اس سے فریضہ ادا ہو جائے اگرچہ اسے ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ مصارف زکوۃ کے طور پر آیت قرآنی میں مطلق فقراء کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا ہے۔[2]

اس حوالے سے حضرت مالک بن انس کی رائے معلوم کرنے کے لئے جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ صدقات جس علاقے سے اکٹھے کیے جائیں وہیں تقسیم کیے جائیں۔ پھر اگر اہل علاقہ سے کچھ مال بچ جائے تو وہ قریبی علاقوں میں منتقل کیا جائے۔ مزید فرمایا کہ اگر اس علاقے کے لوگ مالدار ہوں اور حاکم کو یہ خبر پہنچے کہ کسی دوسرے علاقے میں قحط اور بھوک نازل ہوگئی ہے، وہاں کے لوگوں کے مویشی ہلاک ہوگئے ہیں۔ یا اس طرح کی کوئی اور آفت و مصیبت آپڑی ہے تو اگر کچھ صدقہ ان کی طرف منتقل کر دیا گیا تو میں اسے درست سمجھتا

---

[1] -ابو بکر محمد بن عبداللہ، (۴۶۸تا۵۴۳ھ)، أحكام القرآن، دار احياء التراث العربى، بيروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء، ۲: ۴۶۰، 461

[2] -الشیبانی، ابوعبداللہ محمد بن الحسن (۱۳۲تا۱۸۹ھ)، المبوسط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، کراچی، کتاب الزکوة، باب ما یوضع فیہ الخمس والعشر ولمن یجب، ۲: ۱۶۸

ہوں کیونکہ مسلمانوں پر جب کوئی حاجت محتاجی نازل ہو جائے تو آپس میں برابر ہو جاتے ہیں۔[1]

ان تمام دلائل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قدرتی آفات کی وجہ سے طاری ہونے والے معاشی مسائل کو اسلامی ریاست زکوٰۃ کے ذریعے فقراء و مساکین کی مد میں خرچ کر کے حل کر سکتی ہے۔ متاثرین پر مطلق فقیر و محتاج سمجھ کر بھی دوسرے علاقے کی زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے یعنی اگر زیادہ حاجت منداور زیادہ تنگدست سمجھ کر دوسرے علاقوں سے وہاں زکوٰۃ منتقل کرنا پڑے تو بھی حاکم اور حکومت اس کا بذریعہ اجتہاد، حق رکھتی ہے۔

زکوٰۃ کی مد میں سے بطور مؤلفہ قلوب[2] بھی مصیبت زدہ افراد پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے امام شافعی کا قول ہے کہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو انہیں مؤلفہ قلوب کے حصے میں سے تالیف قلب کے معنی میں دے دیا جائے تو میں اسے جائز سمجھتا ہوں۔[3]

اسی طرح مصائب و آفات کا شکار ہونے والوں کو مقروض بھی قرار دیا گیا ہے۔ الدکتور قرضاوی رقمطراز ہیں کہ جن لوگوں پر یہ وصف (یعنی مقروض ہونا) کسی بھی طرح لاگو ہو جاتا ہے وہ اس مصرف کے طور پر خاص کر لئے جاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر اچانک زندگی کے مصائب نازل ہو جاتے ہیں اور کوئی ایسی آفت آجاتی ہے جو ان کے مال کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے اور ان کی حاجت ان کو قرض حاصل کرنے پر مجبور کر دیتی ہے تاکہ یہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری کر سکیں۔[4]

ایک شخص کے خریدے ہوئے پھلوں پر آفت آئی اور اس پر قرض کا بوجھ پڑ گیا تو اس نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر التجا کی تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس کو صدقہ دو جس طرح تفصیلی حدیث پہلے بیان کر دی گئی ہے۔ بہر حال فقیر، مسکین، مولفہ قلوب، مقروض، مسافر کی حیثیت سے آفت زدہ

---

1 -العسقلانی، فتح الباری، کتاب الزکوٰۃ، باب مذکورہ، ۳: ۲۵۷

2 -المرغینانی، برہان الدین علی بن ابو بکر (۵۹۳ھ)، الهدایہ، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان، کتاب الزکوٰۃ، باب من یجوز دفع الصدقات إلیہ ومن لا یجوز، ۱: ۲۰۸

3 -السحنون، المدونۃ الکبریٰ، کتاب الزکوٰۃ، باب فی اخراج الزکوٰۃ من بلد إلی بلد، ۲: ۱۴۰

4 - مولفۂ قلوب سے مراد وہ مسلمان ہیں جن کو ضعف ایمان کی کیفت سے نکالنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد کفار مثلاً عامر بن طفیل وغیرہ ہیں۔ (ابن عربی، احکام القرآن، ۲: 447)

مستحق زکوٰۃ بن جاتے ہیں لہٰذا اسلامی ریاست اس مد سے ان کی بحالی کا اہتمام کر سکتی ہے۔

۷۔ آفت زدگان کی آباد کاری کے لئے اقدامات

کسی قدرتی آفت کی وجہ سے اگر مکانات وغیرہ منہدم ہو جائیں جس طرح کہ زلزلہ و سیلاب وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے تو یہ بڑا ضروری ہو جاتا ہے کہ متاثرین کو جلد از جلد رہائش جیسی بنیادی ضرورت فراہم کی جائیں تاکہ وہ موسم کی شدت سے بچ سکیں اس چیلنج کو پورا کرنے کے لئے ایک اسلامی ریاست میں جو اقدامات اٹھائے جا سکتے ہیں ان میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ا۔ سب سے پہلے حکومتِ اسلامی کی بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے پاس موجود وسائل کے ذریعے یا عوام پر جبری ٹیکس لگا کر فی الفور متاثرین کو تمام بنیادی ضرورت فراہم کرے۔ جس طرح گذشتہ بحث کے دوران ابن حزم ظاہری کے حوالے سے دلائل کے ساتھ یہ قول بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر زکوٰۃ وغیرہ سے آفت زدگان کی معاشی حالت کو سنبھالا نہ دیا جا رہا ہو تو حکومت اغنیاء کو مجبور کر سکتی ہے کہ اپنے مسلمان متاثر بھائیوں کی مدد کریں اور انہیں خوراک، لباس اور رہائش فراہم کریں۔

۲۔ رعایا میں جذبہ احسان اور ایثار و قربانی کو پروان چڑھا کر متاثرین کی آباد کاری میں مدد لی جا سکتی ہے۔ جس کی اعلیٰ ترین مثال ہجرت مدینہ کے موقع پر انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے قائم کی۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری مواخاۃ مدینہ کو اسلام کی اجتماعی نظام تکافل کا ایک عملی نمونہ قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت یوں واضح کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے مہاجرین کی معاشی کفالت کا سامان ہو گیا اور متعلقہ معاشی مسائل حل ہو گئے اور قلیل عرصہ میں مہاجرین کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کے اسباب اللہ تعالیٰ نے اس عقد مؤاخاۃ کے ذریعے پیدا کر دیے یوں وقتی بے روزگاری کا علاج تلاش کر لیا گیا اور معاشی وسائل کا مناسب استعمال کرایا گیا۔[1]

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نادار اور بے گھر افراد کو مسجد نبوی کے ساتھ بنائے گئے صفہ نامی چبوترے پر آباد کر کے قدرتی آفات وغیرہ کی وجہ سے بے گھر ہو جانے والوں کی آبادی کے حوالے سے اسلامی ریاست کو

---

[1] - ابو عبداللہ محمد بن ادریس(۲۰۴ھ)، احکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ما یؤثر عنہ فی قسم الفيء والغنیمۃ والصدقات، ۱: ۱۲۴

رہنمائی فراہم کی ہے۔آج بھی ایسے موقع پر اس طرح کی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں جیسے کہ ڈاکٹر نور محمد غفاری اہل صفہ کے حوالے سے اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں درج ذیل نکات بیان کرتے ہیں:

الف۔ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ب۔ زکوٰۃ اور دیگر صدقات تو تکافل کا ذریعہ ہیں ہی لیکن اس کے علاوہ دوست احباب سے ملنے والے تحائف اور ہدایا بھی ایثار کرتے ہوئے فقراء و مساکین تک پہنچائے جائیں۔

ج۔معاشرے کے کھاتے پیتے گھرانے استطاعت کے مطابق کسی حاجت مند کی کفالت اپنے ذمہ لیں۔

د۔ایسے مفلس و محتاج افراد کے لئے روزگار کی فراہمی کے اسباب پیدا کیے جائیں تاکہ تدریجاً ایسے افراد کی تعداد میں کمی آسکے۔

مذکورہ بالا نکات پر عمل پیرا ہونے سے معاشی کسمپرسی کے شکار لوگوں کو بحال کیا جاسکتا ہے۔

۴۔بیمہ پالیسی کے حوالے سے ابھی جو بحث گزری ہے اس کی روشنی میں اگر تمام لوگ اپنے مکانات کا بیمہ کروالیں تو ناگہانی صورت حال میں بے گھر ہو جانے کی صورت میں وہ بیمہ کمپنی سے اس امدادی فنڈ میں سے جو ہر بیمہ دار لازماً جمع کرائے گا، مکان کی مالیت حاصل کر کے نیا مکان بنا سکتے ہیں۔

۵۔زائد از ضرورت مال و دولت اور وسائل سے فقراء و محتاج لوگوں کی مدد کرنے سے متعلق بھی پچھلے صفحات میں دلائل گزرے ہیں۔اس کی روشنی میں سربراہ مملکت، ملک میں خوشحال اور طبقۂ امراء کی ضرورت سے زائد رہائش گاہوں کو متاثرین کے لئے کھول دے تاکہ انہیں بنیادی ضرورت میسر آسکے جس طرح صحابہ کرام میں جن کے پاس زائد سواری یا زائد یا زائد زادِ راہ تھا وہ انہیں دلوایا گیا جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

مختصر یہ کہ موقع و محل کی مناسبت سے شرعی تقاضوں کے مطابق حکمت و بصیرت سے کام لیتے ہوئے جیسے بھی ممکن ہو آفت زدہ لوگوں کی آبادکاری کا فوری اہتمام کرنا ایک ضروری امر ہے۔

۸۔آفات زدگان کی طبّی امداد

طبّی سہولیات کی فراہمی بھی رعایا کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔عام معمول کی زندگی میں بھی اس کا اہتمام اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ اپنے زیر اثر رہنے والوں کی مکمل کفالت کی ضامن ہے۔ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے مطابق اسلامی نظام ہر اس شخص کی کفالت کرتا ہے جو اس کی حکومت کے سائے

میں رہتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ وہ برابر معیشت کی سہولیات سے مستفید ہوتا ہے، وہ اس سے غذا بھی حاصل کرتا ہے اور لباس و مسکن بھی۔ اسی طرح اسے علاج اور تعلیم کی سہولیات بھی میسر آتی ہیں۔[1]

بہر حال جب معمول کی زندگی کی بجائے قدرتی آفات وغیرہ کی وجہ سے ہنگامی صورت حال پیش آجائے تو اس وقت حکومت کی یہ ذمہ داری کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ایسی صورت حال سے نمٹنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے ہی مستقل بنیادوں پر منصوبہ بندی کی گئی ہو مثلاً اس طرح کی ہنگامی حالت میں طبّی ماہرین، ڈاکٹرز یا ابتدائی معاونت کرنے والے کثیر افراد تیار ہوں۔اس کے لئے نصابِ تعلیم میں فرسٹ ایڈ یعنی ابتدائی طبّی امداد کے حوالے سے لازمی مضمون شامل کیا جائے اور باہمی ہمدردی کی تربیت دی جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر ہر پڑھا لکھا شخص اپنے متاثر بھائی کو سلیقے سے کم از کم ابتدائی مرہم پٹی کر کے مناسب ہسپتال میں پہنچانے کا اہتمام کر سکے۔

مزید یہ کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ انسانی ہمدردی اور دردِ دل رکھنے والے ملکی غیر ملکی ڈاکٹرز اور اداروں سے موثر طریقے رابطہ کر کے ان سے تعاون حاصل کرے۔ اسی طرح طبّی حوالے سے مختلف ممالک اور اداروں سے باہمی امداد کے معاہدات طے کر لینے چاہیں جس طرح گذشتہ ابحاث میں معاہدہ حلف الفضول کی روشنی میں بیان کر دیا گیا ہے۔

افرادی قوت، ماہرین اور ڈاکٹرز کے ساتھ ساتھ حکومت پر لازم ہے کہ وہ متاثرہ علاقوں میں ضروری ادویات، مشینری وغیرہ سے لیس زیادہ سے زیادہ طبّی سنٹر اور ہسپتال قائم کرے تاکہ بروقت متاثرین کو علاج کی سہولت میسر آسکے۔اس ضمن میں انتہائی ضروری امر یہ بھی ہے کہ دیکھا جائے کہ آیا تمام علاقوں اور متاثرین پر بلاامتیاز توجہ دی جارہی یا صرف بااثر افراد ہی نوازے جارہے ہیں تاکہ کہیں کوئی جان اس غفلت اور بے انصافی کی وجہ سے ضائع نہ ہو جائے۔

بہر حال ہنگامی حالات میں طبّی امداد کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ غزوات کے موقعہ پر حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات اور خواتین کو بھی مرد زخمیوں کو مرہم پٹی کرنے

---

1 -فقہ الزکوۃ، الفصل الخامس، القارمون، ۲/ ۲۲۳

کی اجازت دے رکھی تھی۔اس حوالے سے حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يغزو بأم سليم و نسوة من الأنصار معه اذا غزا فيسقين الماء و يداوين الجرحى[1]

"رسول اللہ ﷺ جب جہاد کرتے تھے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ام سلیمؓ اور انصار کی کچھ عورتیں بھی ہوتی تھیں پس وہ (مجاہدین کو) پانی پلاتیں اور زخمیوں کو دوائیں دیتی تھیں۔"

اس سے ثابت ہوا کہ ہنگامی حالات میں حجاب اور پردے اور دیگر عفت و پاکدامنی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضرورت پڑے تو خواتین سے بھی معاونت لی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مناسب تربیت دی گئی ہو۔اسی طرح "ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ بیان کرتی ھیں:

كنا نغزوا مع رسول الله ﷺ نسقى القوم ونخدمهم ونرد القتلى والجرحى الى المدينة[2]

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کیا کرتی تھیں. ہم لوگوں کو پانی پلاتی تھیں اور مقتولوں اور زخمیوں کو مدینہ لایا کرتی تھیں۔"

قصہ مختصر یہ کہ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے متاثرین آفاتِ سماویہ کو ضرورت اور موقع محل کے مطابق طبّی امداد فراہم کرنا ضروری ہے۔قدرتی آفات وغیرہ کی صورت میں معاشی اقدامات کی اہمیت کے ضمن میں جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح کھانے پینے کی چیزوں میں مجبور شخص کی جان بچانے کی حد تک مدد کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اسے ڈوبنے یا جل جانے جیسی تمام ہلاکتوں سے بچانا صاحب قدرت شخص پر واجب کفایہ ہے یعنی اگر قدرت رکھنے والوں میں سے کوئی اس فریضے کو انجام دے دے تو باقی بری الذمہ ہو جائیں گے وگرنہ تمام صاحب استطاعت افراد گناہ گار ہوں گے۔[3]

1۔نور محمد غفاری، ڈاکٹر، نبی اکرم ﷺ کی معاشی زندگی، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور، ۱۷۰، ۱۷۱

2۔فقہ الزکاۃ، مشکلۃ الحوادث، ۲: ۹۰۶

3 ۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، در، صالح، الكتب الستة، ۱۰۰۲

نتائج بحث

اسلامی حکومت اپنی منصبی ذمہ داری نبھاتے ہوئے رعایا کے جان ومال کی محافظ ہے۔

ہنگامی حالت سے نپٹنے کے لیے اسلامی ریاست قومی خزانے کو استعمال میں لائے یا پھر خوشحال شہریوں کے جذبہ ایثار و کفایت شعاری کو ابھارے یا رعایا پر جبری ٹیکس عائد کرے۔

اسلام کے تصورِ ملکیت کے صحیح مفہوم کو اجاگر کرتے ہوئے لوگوں کے زائد از ضرورت مال کو استعمال میں لاتے ہوئے ہنگامی حالات سے نمٹا جا سکتا ہے۔

معاہدہ حلف الفضول اور اس طرح کے دیگر معاہدات کی روشنی میں ممکنہ ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے قبل از وقت ہی دیگر ممالک سے معاہدات طے کیے جائیں۔

اسلامی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امداد باہمی کی سکیموں کو نافذ کر کے رعایا کو مستقل طور پر ان میں شامل ہونے کا قانون بنا جائے۔

انتظامیہ اور حکمران خود بھی ہنگامی حالات میں اپنے ذاتی اخراجات میں کفایت شعاری سے کام لیں اور خوشحال رعایا کو بھی اس کی ترغیب دی جائے۔

عام حالات میں زکوۃ جس علاقے سے اکٹھی کی جائے، اسی علاقے میں خرچ کرنے کا حکم ہے تاہم قدرتی آفات کے موقع پر علماء کی ایک جماعت نے اس کی دوسرے علاقوں میں منتقلی کی بھی اجازت دی ہے۔